شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عمرانی نظریات اور دورِ جدید کے مسائل

——— نفیسہ رحمن ———

یہ کہنا تو شاید مبالغہ آرائی کے ضمن میں آئے گا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے عمرانی نظریات آج کے دور کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ شاہ صاحب کا زمانہ آج سے تین صدی قبل کا زمانہ ہے جب مشینی انقلاب ابھی رونما نہیں ہوا تھا۔ اُس دور سے لے کر آج تک دُنیا میں بے شمار انقلاب آئے ہیں ـــــ لیکن شاہ صاحب کی تحقیقات، تحریرات اور نظریات کے بارے میں ایک بات بلا تردد کہی جا سکتی ہے کہ آپ کے یہاں اجتماعی زندگی سے متعلق تمام لوازمات پر مکمل بحث ملتی ہے اور آپ کی تحقیقات آج بھی اجتماعی زندگی کے علوم کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم شاہ صاحب کے اجتماعی علوم کو بنیاد بنا کر یورپ کی ترقی یافتہ تحقیق سے فائدہ اٹھائیں تاکہ ہماری اجتماعی زندگی جدیدیت کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ دین اسلام کے اصولوں کی بھی بھرپور عکاس ہو۔ آج ہم مسلمانانِ پاکستان شاہ صاحب کی حکمت کو اساس بنا کر اپنا شاندار مستقبل تعمیر کر سکتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش ۲۱/ فروری ۱۷۰۳ء ہے۔ یہ وہ دور ہے جب اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت ختم ہو چکی تھی اور مغل حکومت کی جڑیں کھوکھلی کی جا رہی تھیں۔ برصغیر میں مسلم حکومت سکھوں کی بغاوت، مرہٹوں کی چیرہ دستیوں اور نادر شاہ کے حملے[1] کا شکار تھی۔ مسلمانوں کے عقائد، علوم، اخلاق، تمدن اور سیاست کو سخت خطرہ لاحق تھا۔ مسلمانوں میں غیر اسلامی رسومات عام تھیں۔ اس تاریک دور میں جب ہر سمت افراتفری کا سماں تھا تو شاہ صاحب کی تعلیمات نور کا مینار ثابت ہوئیں اور آپ کے مربوط نظریات و خیالات اُس دور کے مسلمانوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوئے۔ شاہ صاحب نے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ احادیث اور تصوف کے میدان

© rasailojaraid.

میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ لیکن ساتھ ہی شاہ صاحب نے اسلام کے فکری، اخلاقی، شرعی اور تمدنی نظریات و تعلیمات کو ایک مرتب نظام کی صورت میں پیش کرنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحب نے اسلامی تحقیق کا ایک نیا دروازہ کھولا۔ اس سے پہلے جو کچھ لکھا گیا وہ صرف اسلامی فلسفہ کہلایا۔ لیکن شاہ صاحب نے اسلامی فلسفہ کو بحیثیت ایک نظام کے پیش کیا۔ شاہ صاحب نے اپنے عمرانی نظریات کے ذریعے ایک مکمل معاشرے کا تصور پیش کیا۔ شاہ صاحب نے اپنے عمرانی نظریات میں تحقیق کے لئے جو راہ اختیار کی وہ استقرائی اور استخراجی [۲] دونوں مکاتب فکر کے بین بین ہے۔ شاہ صاحب نے دونوں مکاتب فکر کے طریقوں کو یکجا کیا اور اپنے عمرانی نظریات کو استوار کیا۔ اجتماعی فکر میں شاہ صاحب کا بہت بلند مرتبہ ہے اور ان کے افکار مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن سردست ہم شاہ صاحب کے عمرانی نظریات کے وسیع خزانے میں سے صرف انہی پہلوؤں پر بحث کریں گے جن کا تعلق موجودہ دور کے مسائل اور ان کے حل سے ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عمرانی نظریات ہمارے لئے اس لئے بھی سودمند ہیں کہ اُس دور کی طرح آج کے دور کے مسلمانوں نے بھی جس طرز زندگی کو اختیار کر رکھا ہے اس کی اسلامی عقائد سے قطعاً کوئی مطابقت نہیں۔ شاہ صاحب نے اپنے نظریات کو پیش کرنے سے پہلے یہ قدم اٹھایا کہ مسلمانوں کے ماضی اور حال کا تفصیلی جائزہ لے کر جامعیت کے ساتھ ان پر تنقید کی اور پھر مسلمانوں کے عملی و ذہنی ورثہ کو دوسرے عقائد و علوم کی ملاوٹ سے پاک کیا۔ شاہ صاحب نے تعمیر نو کا ایک واضح اور قابل عمل نقشہ پیش کیا اور یہ تعمیری کام شاہ صاحب نے بہت خوبی سے سرانجام دیا۔ شاہ صاحب نے اپنے عمرانی نظریات میں انسانی معاشرے کی ابتداء سے لے کر مکمل معاشرے تک کے مختلف مراحل کے بارے میں بحث کی ہے۔ شاہ صاحب کامل معاشرے کو ملت قصویٰ کا نام دیتے ہیں۔ شاہ صاحب کامل معاشرے کے جو مقاصد بیان کرتے ہیں اُن کے سوتے خود خرد اور اس کے ماحول سے پھوٹتے ہیں۔ شاہ صاحب کامل معاشرے میں اجتماعی زندگی سے متعلق جو اصول وضع کرنے کو کہتے ہیں ان کا تعلق عام انسانی زندگی سے ہے۔ چونکہ شاہ صاحب کو خود بھی خدشہ تھا کہ کامل معاشرہ یا ملت قصویٰ کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے اس لئے اس خدشہ کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ملتِ قصویٰ کا پورے طور پر حصول ناممکن

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

ہے، لیکن ملت قصویٰ کے تصور کی روشنی میں اس منزل کے قریب جانے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔

شاہ صاحب کے مطابق معاشرے کے ارتقاء کا یہ سلسلہ معمول کے حالات میں برابر جاری رہتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسے غیر معمولی حالات پیدا ہو جاتے ہیں جو کہ معاشرے کی نشوونما کے لئے سخت مضر ہوتے ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے معاشرہ بہت سی مہلک برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور یہ خرابیاں زندگی کے شعبوں میں فساد کا باعث بنتی ہیں، جیسے کہ آج پورا پاکستان سماجی، فکری، معاشی، اخلاقی، شرعی اور تمدنی برائیوں میں مبتلا ہے۔ شاہ صاحب ان معاشرتی بیماریوں کی تشخیص اور پھر ان کے علاج پر بہت زور دیتے ہیں۔ شاہ صاحب فاسد رسوم و رواج، معاشی عدم توازن اور جرائم کی کثرت کو معاشرے کی خرابی کا باعث سمجھتے ہیں۔ آپ ان برائیوں کے مہلک اثرات پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں اور پھر ان کو جڑ سے ختم کرنے کے لئے طریقے بھی بتاتے ہیں۔

© rasailojaraid.c

رسوم و رواج سے یہ مراد ہے کہ معاشرے میں زندگی گزارنے کی جو عملی صورت ہے وہ رسم کہلاتی ہے اور فاسد رسوم و رواج وہ ہیں جو معاشرے پر محض بار بن جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ :

> "اے بنی آدم! تم نے ایسی فاسد رسمیں اختیار کرلی ہیں جن سے دین متغیر ہو گیا ہے..... پھر تم نے ایسی رسمیں بنا رکھی ہیں جن سے تمہاری زندگی تنگ ہو رہی ہے۔ مثلاً شادیوں میں فضول خرچی، طلاق کو ممنوع بنالینا، بیوہ عورتوں کو بٹھائے رکھنا۔ تم اپنے مال اور زندگیوں کو خراب کر رہے ہو اور ہدایات صالحہ کو تم نے چھوڑ دیا ہے"(۳)

ان فاسد رسومات کے سدباب کے لئے شاہ صاحب کہتے ہیں کہ افراد معاشرہ کو چاہئے کہ عام انسانیت اور حکمت کلی پر زور دیں اور اس ناجائز [illegible] اور غلط فعل سے دور رہیں جو انسانیت کی فلاح اور معاشرے کی بہبود کے خلاف ہو۔ اسی طرح معاشی عدمِ توازن، جو معاشرے کے لئے سب سے بڑا روگ ہے، سے یہ مراد ہے کہ انسانوں کا ایک مخصوص طبقہ ضرورت سے زائد مال و دولت کا مالک بن جائے اور اس کے مقابلے میں انسانوں کی بڑی تعداد فاقے پر مجبور ہو جائے۔ یہ صورت حال فشارِ امن کا باعث بنتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ [illegible]

© rasailojaraid.c

"معاشی عدم توازن بداخلاقی کے مرض میں مبتلا کردیتا ہے اور آخرت یعنی یادالٰہی اور روحانی زندگی سے یکسر غافل کردیتا ہے"[۴]

آپ نے مزید فرمایا کہ :

"انسانیت کے اجتماعی اخلاق اس وقت بالکل برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے ان کو اقتصادی تنگی پر مجبور کیا جائے اور وہ گدھے اور بیل کی طرح صرف روٹی کے لئے کام کریں"[۵]

شاہ صاحب نے ایک دوسری جگہ فرمایا کہ :

آجکل جو شہر برباد ہو رہے ہیں اس کے دو بڑے سبب ہیں' ناحق مال بٹورنا۔ مثلاً لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور مختلف حیلے بہانوں سے روپے اینٹھتے ہیں۔ اور گراں بار ٹیکس شہر کے برباد ہونے کا دوسرا سبب ہوتا ہے۔ حکام کاشت کاروں' تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری ٹیکس لگاتے ہیں اور ان کی وصولی کے لئے انہیں تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا استحصال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے بغاوت اختیار کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شہر قلیل ٹیکس اور ضرورت کے مطابق محافظین کار مقرر کرنے سے ہی اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے کے لوگ اس نکتہ سے تنبیہہ حاصل کریں"[۶]

آپ نے فضول خرچی' بے جا نمود و نمائش اور زرپرستی کے غلبہ سے بچاؤ کی تعلیم دی۔ شاہ صاحب معاشرے کی اقتصادی خوشحالی کو اہم ترین جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ :

"رعایا اور راعی دونوں فضول خرچیوں اور جھوٹی نمود و نمائش سے پرہیز کریں"۔

شاہ صاحب نے فرمایا کہ ان حالات سے پریشان ہو کر ایک گروہ اٹھتا ہے جو یہ چاہتا ہے کہ معاشرے میں معاشی توازن کی عملداری رائج ہو جائے۔

معاشرے کی تیسری اہم برائی کثرتِ جرائم ہے اور عمرانیات کی رُو سے جرائم سے مراد وہ فعل ہے جو کہ قانون کی رو سے غلط ہو۔ قانون بنانا حکومت کا فرض ہے اور جرائم کی روک تھام بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ شاہ صاحب کے مطابق جرائم بھی معاشرے اور اجتماعی زندگی پر گہرا اثر ڈالتے ہیں۔ ان کی روک تھام کرنے کے لئے

© rasailojaraid.

حکومت کو مجرموں کی انفرادی طور پر نگرانی کرنی چاہیئے۔ امن کا قیام حکومت کی ذمہ داری ہے۔ شاہ صاحب نے جرائم کی سات اقسام بیان کی ہیں۔ شاہ صاحب کے مطابق جرائم کے اسباب و علل کی تحقیقات ضرور کرنی چاہیئے تا کہ ان کا سد باب کیا جائے۔ اس کے علاوہ جرائم پیشہ کو مفسد حرکات سے روکنے کے لئے سزائیں دینا بھی ضروری ہے۔ شاہ صاحب نے متعدد جگہ پر زور دیا ہے کہ سزائیں دینے کا عمل ایسا نہ ہو جس سے ظاہر ہو کہ مجرموں سے انتقام لیا جا رہا ہے بلکہ ایسی سزائیں رواج پائیں جن سے مجرموں کی اصلاح ہو۔ آج ہم شاہ صاحب کے نظریات کو سامنے رکھ کر اصلاح معاشرہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے کہ شاہ صاحب کی تعلیمات میں شریعت کے قوانین اور اس کی روح دونوں کی نہایت عمدہ عکاسی موجود ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف اپنے عہد کیلئے ایک مکمل لائحہ عمل پیش کیا بلکہ آپ کی تحریریں آج کے پاکستان کیلئے بھی باعث صد رحمت ہیں۔ بقول مولانا عبید اللہ سندھی :

"شاہ صاحب کی اس حکمت کا سلسلہ کہیں نہیں ٹوٹتا۔ ان کا نظام جامع، عالم گیر اور ہمہ گیر ہے"(۷)

حواشی

(۱) ۲۷/ دسمبر ۱۷۳۸ء کو ایران کا بادشاہ نادر شاہ اٹک کے مقام پر دریائے سندھ کو عبور کر کے حملہ آور ہوا اور ۲۴/ فروری ۱۷۳۹ء کو دہلی کے قریب کرنال کے مقام پر اس نے مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا کو شکست دی تھی۔

(۲) شاہ صاحب دلائل دینے کے لئے استقرائی اور استخراجی دونوں مکاتب فکر کے طریقۂ کار کو اختیار کرتے رہے۔ آپ کے یہاں مشائی اور اشراقی مکاتب فکر کا بہترین سنگم پایا جاتا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ : "کامل وہ ہے جو جزو سے کل اور کل سے جزو پر آئے اور دونوں کے تضاد کو دُور کرے"۔ آپ نے فرمایا کہ "اہل دین کا یہ حال ہے کہ وہ کلی تصورات پر اکتفا کئے بیٹھے ہیں اور دوسری طرف اربابِ عقل کا گروہ ہے جو جزئیات میں اُبھر کر رہ گیا ہے۔ دونوں غلطی پر ہیں۔ دونوں کی حقیقت تک رسائی نہیں"۔ (از پروفیسر رشید احمد، مسلمانوں کے سیاسی افکار)

(۳) مولانا مودودیؒ "تجدید و احیائے دین" ص ۱۰۱

(۴) شمس الرحمٰن محسنی "شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریئے" ص ۱۲۹

(۵) شمس الرحمٰن محسنی "شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریئے" ص ۱۳۰

(۶) شمس الرحمٰن محسنی "شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریئے" ص ۱۳۵۔۱۳۴

(۷) شمس الرحمٰن محسنی "شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریئے" ص ۱۴۱

© rasailojaraid.